فقہ اور اُس کی اہمیت

مفتی محمد عبدالمجید دین پوری شہیدؒ
ضبط وترتیب: مولانا محمد زبیر

مفتی دین پوری شہیدؒ کا خطاب

زیرِ نظر تحریر درحقیقت فقہ کے موضوع پر ایک محاضرہ ہے، جو ہمارے محسن ومشفق استاذ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید دین پوری شہیدؒ نے ۱۹ر رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ-۲ر اکتوبر ۲۰۰۷ء بروز منگل، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن میں دورہ حدیث کے طلبہ کے سامنے پیش فرمایا تھا۔ اس سال کے فضلاء کے لیے یہ حضرتؒ کا آخری درس تھا۔ عنوانات اور کچھ توضیحی کلمات کے اضافہ کے ساتھ اُسے قارئین ''بینات'' کے افادہ کے لیے شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے۔

فقہ کی تعریف

فقہ لغت میں ''فہم'' یعنی سمجھنے کو کہتے ہیں۔

اور اصطلاحی تعریف ایک امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے، وہ یہ کہ:

''معرفة النفس مالها وما عليها''۔

یعنی فقہ اس چیز کا نام ہے کہ نفس اپنے نفع اور نقصان دہ چیزوں کو پہچان لے۔ اس نفع اور نقصان سے مراد طبی نفع ونقصان نہیں، بلکہ نفس (جو باطنی چیز ہے، اس) کے لیے جو مفید اور نقصان دہ ہے اس کی معرفت مراد ہے، جو ایک وسیع مفہوم کا حامل ہے، جس میں حلال وحرام، جائز وناجائز، مکروہات ومستحبات جیسے شرعی احکام کی رعایت، تزکیۂ نفوس، اخلاقِ فاضلہ کی افزائش، اخلاقِ رذیلہ سے طہارت، عقائدِ صحیحہ وباطلہ میں امتیاز جیسے تمام امور شامل ہیں۔ اور عام طور پر فقہ کی جو تعریف کی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ:

'' الفقه هو العلم بالأحكام الشرعية الفرعية العملية من أدلتها التفصيلية''۔

یعنی احکام شرعیہ عملیہ کو تفصیلی دلائل کے ذریعہ جاننے کا نام فقہ ہے۔

معلوم ہوا کہ فقہ کا تعلق عملی زندگی کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کے ساتھ ہے، جس کا تعلق مرنے کے بعد تک بھی رہتا ہے اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پیدا ہونے سے پہلے ہی اس عملی زندگی

کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے، مثلاً: ایک آدمی کا انتقال ہوا اور اس کی بیوی حاملہ ہے تو یہ حمل وراثت کی کلی تقسیم سے مانع اور رُکاوٹ ہے۔ وراثت کی تقسیم اس حمل کو لڑکا یا لڑکی تصور کر کے ہی ہوگی۔

اسی طرح مرنے کے بعد بھی اس عملی زندگی کا تعلق قائم رہتا ہے، مثلاً: بوقتِ وفات کسی نے اپنی املاک کے بارے میں وقف کی وصیت کی، لیکن یہ شرط لگا دی کہ فلاں فلاں شرائط کے ساتھ یہ املاک وقف ہوں گی، مثلاً: اس نے شرط لگا دی کہ موقوفہ جائیداد میں صرف اپاہج اور معذور ہی رہیں گے، ان کے علاوہ اور کوئی نہیں رہے گا اور ''شرط الواقف کنص الشارع'' کے اصول کی بنا پر وہ موقوفہ جائداد چار پانچ سو سال بھی رہے اور اس سے انتفاع ہو رہا ہو تو بہرصورت اس شرط کا اعتبار کیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ عملی زندگی سے تعلق جس طرح پیدائش سے پہلے قائم ہو جاتا ہے، اسی طرح بعض صورتوں میں وفات کے بعد تک بھی رہتا ہے، جیسے: اس وقت کوئی مسلمان ہو تو ظہر کی نماز سے پہلے پہلے وہ وضو کا طریقہ سیکھ کر نماز بھی پڑھے اور کل سے پہلے پہلے روزے کا حکم بھی جانے۔ [حضرتؒ جب یہ ارشاد فرما رہے تھے، وہ صبح دس بجے کے بعد کا وقت اور رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔]

اسی طرح کوئی عملی مسئلہ تو ہے، لیکن اس کا تعلق تفصیلی ادلہ سے نہیں تو بھی یہ فقہ نہیں، مثلاً: ٹریفک کے جو قوانین ہیں، وہ اگرچہ ہیں تو عملی زندگی سے متعلق، لیکن شرعی احکام سے مستنبط نہیں اور ان پر کوئی نص نہیں، اس لیے ان پر بھی فقہ کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔ [یعنی ٹریفک کے قانون ہونے کی حیثیت سے ان قوانین کا جاننا فقہ نہیں، ورنہ بعض حیثیتوں سے فقہ سے اس کا تعلق ہوگا۔ واللہ اعلم]
اس طرح فقہ ساری زندگی پر محیط ہے۔

فقہ قرآن وسنت ہی کی تشریح ہے

فقہ، قرآن وسنت سے کوئی علیحدہ چیز نہیں، یعنی قرآن وسنت اور فقہ دو متضاد اور دو متوازی چیزیں نہیں، بلکہ دونوں ایک ہی چیز ہیں، ان میں فرق وہی کرتا ہے جو فقہ کے معنیٰ لغوی سے عاری ہے، یعنی جن کو فہم وادراک کا نور حاصل نہیں، اس لیے وہ قرآن وسنت اور فقہ میں فرق کرتے ہیں اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ: ''الناس أعداء لماجهلوا'' یعنی لوگ جس چیز سے جاہل ہوتے ہیں، اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

عہدِ نبوی میں فقہ اور اس کا استعمال

صحابہ کرامؓ نے فقہ کا استعمال کیا، حضور ﷺ کے دور میں فقہ موجود تھی۔ قصۂ بنوقریظہ جو غزوۂ احزاب کے بعد پیش آیا، اس میں صحابہ کرامؓ کا مشہور اجتہادی اختلاف پیش آیا کہ: ''لا يصلين أحدكم

إلا في بني قريظة ''سے حضور ﷺ کی کیا مراد ہے؟ وہیں نماز پڑھنا لازم ہے یا اصل مقصود عجلت ہے؟ دونوں رائے سامنے آئیں اور حضور ﷺ نے بھی کسی پر نکیر نہیں فرمائی، کیوں کہ بعض صحابہ کرامؓ نے اس کا مقصد اور مطلب یہ سمجھا تھا کہ اس کے علاوہ درمیان میں کوئی اور کام نہ کیا جائے، باقی نماز اس کام میں مانع ورکاوٹ نہیں۔ لیکن بعض صحابہؓ نے بالکل ظاہری الفاظ کو لے کر عمل کیا۔ آپ ﷺ نے دونوں آراء کی تصویب فرمائی، کسی ایک کو خطأ نہ کہا۔

پھر حضرت معاذؓ کی حدیث مشہور ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو بحیثیت گورنر، قاضی، امام، مذہبی راہنما اور ایک جامع شخصیت کے یمن بھیجا، بھیجتے وقت آپ ﷺ ان کی دل لگی وحوصلہ افزائی کے لیے ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے، بلکہ حضرت معاذؓ کو سوار کیا اور خود پیدل چل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ سے سوال کیا کہ: ''**كيف تقضي إذا عرض لک قضاء؟ قال: أقضي بكتاب الله! قال: فإن لم تجد في كتاب الله ؟**'' (کیوں کہ قرآن فروعات کی کتاب نہیں) '' تو کہا کہ: ''**فبسنة رسول الله!** (ﷺ) **قال: فإن لم تجد في سنة رسول الله** (ﷺ) **ولا في كتاب الله ؟**'' (ضروری نہیں کہ اے معاذ! تم بھی اس مجلس میں بوقتِ سوال موجود ہو، یا ممکن ہے کہ سوال تمہارے بعد ہو، یا سنت میں وہ سوال پہلے آیا نہیں ہو) '' تو کہا کہ: ''**أجتهد برأيي ولا آلو**'' حضور ﷺ اجتہاد کے منکر نہیں تھے کہ تم نے دین میں ایک نئی چیز نکالی ہے...... بلکہ ''**فضرب رسول الله ﷺ صدره، فقال: الحمد لله الذي وفق رسولَ رسولِ الله ﷺ لما يرضي رسول الله**''۔ (سنن ابی داؤد، کتاب القضاء، باب اجتہاد الرأی فی القضاء، ص: ۵۰۵، ط: میر محمد کتب خانہ، کراچی) یعنی آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا: اس اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کو اس بات کی توفیق بخشی، جس پر اللہ کے رسول ﷺ راضی ہیں۔

صحابہ کرامؓ اور فقہ

اس لیے فقہ قرآن وحدیث سے الگ نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ** ......'' ہم دیکھتے ہیں کہ کل آیاتِ قرآنی چھ ہزار دوسو (۶۲۰۰) یا چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) ہیں، لیکن احکامات سے متعلق صرف چار سو یا پانچ سو آیات ہیں اور احادیث کا ذخیرہ چالیس، پچاس ہزار، لیکن احکام سے متعلق چار ہزار ہیں۔ اسی لیے صحابہ کرامؓ نے قرآن وحدیث سے استنباط کیا۔ ویسے صحابہؓ کی تو شان ہی نرالی ہے جو حضور ﷺ سے براہِ راست اکتسابِ فیض کرنے والے ہیں اور طویل صحبت کی وجہ سے حضور ﷺ کا مکمل اثر صحابہ کرامؓ پر تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کی حضور ﷺ سے پچپن سال سے زائد کی رفاقت کا اثر دیکھیے کہ باہر سے آنے والے حضرت ابو بکرؓ کو ہی نبی کریم ﷺ سمجھتے۔

اور جب پہلی وحی آپ ﷺ پر نازل ہوئی تو حضور ﷺ غارِ حرا سے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ: ’’زملونی زملونی ‘‘اور حضرت خدیجہؓ نے تسلیہ کے طور پر کہا کہ: ’’کلا واللّٰہ مایخزیک اللّٰہ أبداً إنک لتصل الرحم وتحمل الکلّ وتکسب المعدوم و تقری الضیف وتعین علٰی نوائب الحق ‘‘ (صحیح البخاری، باب بدء الوحی، ج:۱،ص:۳،ط:قدیمی کتب خانہ،کراچی) پھر جب حضرت ابوبکرؓ نے ہجرتِ حبشہ کا ارادہ کیا تو ابن الدغنہ ملا اور حضرت ابوبکرؓ کو حبشہ کی طرف جانے سے روک کر یہی الفاظ کہے، یعنی: ’’کلا واللّٰہ ما یخزیک اللّٰہ أبداً إنک لتصل الرحم ......الخ ‘‘۔

اسی طرح حضرت عمرؓ پر رسول ﷺ کے پَرتَو کا اندازہ موافقاتِ عمرؓ سے ہوجاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا آپ ﷺ سے اتنا ساتھ اور قرب تھا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ: یمن سے آنے کے بعد ہم کافی عرصہ تک ان کو اہلِ بیت کا فرد ہی سمجھتے رہے۔

حضرت معاذؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ وغیرہم، یہ صحابہؓ آپ ﷺ کے زیادہ قریب تھے۔ یہ لوگ بعد میں سائلین کے سوالات کے جوابات قرآن سے استنباط کرکے دیتے تھے۔

فقہ کی فضیلت واہمیت

حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین ‘‘۔(صحیح بخاری، ج:۱،ص:۲۵،ط:دارطوق النجاۃ)

اگرچہ فقہ اصطلاحی ہی اس کی مراد نہیں، لیکن اصطلاحی فقہ بھی اس میں داخل ہے، اس طرح یہ حدیث ’فقہ کی فضیلت پر مشتمل ہے۔

چونکہ قرآن وحدیث میں تمام مسائل کا احاطہ نہیں، اس لیے فقہ چھوڑنے سے زندگی ناتمام ہوجائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے فقہ کو لیا اور قرآن وحدیث سے مسائل مستنبط کیے، فقہ یہی مسائل ہیں، کوئی نئی چیز نہیں۔ مدینہ میں فقہاءِ سبعہ مشہور تھے۔

تدوینِ فقہ اور مدوّنِ اول

اس وقت فقہ ارتقائی دور میں تھی، مدوَّن نہ تھی۔ پھر فقہ پر ایک مُدَوَّنہ اور مجموعہ تیار ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلا مجموعہ ’’زیدؒ بن علیؒ‘‘ نے تیار کیا جو اہلِ بیت میں سے ہیں، لیکن یہ مجموعہ اب موجود نہیں رہا، تو تدوینِ فقہ کا سہرا امام ابوحنیفہؒ کے سر ہے۔ فقہ میں اس وقت علم الکلام والحدیث سب تھا۔ ’’الفقہ الأکبر ‘‘امام صاحبؒ کی پہلی کتاب ہے۔

فقہی ارتقاء میں امام ابوحنیفہؒ کی گراں قدر مساعی اور استنباطِ مسائل میں آپؒ کا طریقہ کار

امام صاحبؒ نے فقہ کو ایک نیا رُخ دیا، اُسے مبوَّب انداز میں مرتّب کیا۔ مزید یہ کہ پیش

آ چکے مسائل میں ہی فقہ کو بند نہ رکھا، بلکہ اس کا دائرہ فقہ تقدیری تک وسیع کیا کہ اگر یوں صورت ہو تو اس کا جواب یوں ہوگا، اگر یوں ہو تو اس کا جواب یوں ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کا طریقہ کار سب سے منفرد اور الگ تھا، اپنی رائے دوسروں پر مسلط نہ کرتے تھے، نہ ہی صرف اکیلے اپنی رائے دیتے، بلکہ چالیس اصحاب الرائے ماہرین علماء (جو آپ کے شاگرد تھے) اس مسئلے پر بحث کر کے سب اپنی رائے دیتے، آخر میں ایک رائے پر اتفاق کر کے پھر مسئلہ لکھتے۔ اس لیے فقہ حنفی میں گہرائی زیادہ ہے، کیوں کہ انفرادیت میں ایک پہلو اوجھل رہ سکتا ہے، جب کہ اجتماعی غور و خوض کے بعد جامعیت بڑھ جاتی ہے۔

فقہی ارتقاء میں امام صاحبؒ کے تلامذہ کی کوششیں

اس محنت کے بعد امام صاحبؒ کے خصوصی شاگرد امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ ہیں۔ [حضرت استاذ محترمؒ نے اسی ترتیب سے پہلے امام محمدؒ اور پھر امام ابو یوسفؒ کا نام ذکر فرمایا تھا، حالانکہ امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ کے شاگرد ہیں، اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ حضرت آگے کتبِ فقہ حنفی کے متعلق ارشاد فرمانا چاہ رہے تھے اور فقہی تصانیف میں امام محمدؒ کا کوئی ثانی نہیں۔ واللہ اعلم] امام زفرؒ بھی نمایاں شاگرد اور ''أقیس أصحاب أبی حنیفة'' ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ امام ابو یوسفؒ و امام زفرؒ کا کسی مسئلہ پر مباحثہ ہوتا، تو امام صاحبؒ سن کر عقلی طور پر امام زفرؒ کو راجح قرار دیتے۔

لیکن فقہ میں زیادہ اہم امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ ہیں۔ امام محمدؒ نے سب سے پہلے فقہ کو مدون کیا۔ [یعنی امام ابوحنیفہؒ نے جو فقہ تاصیل و تفریع کی صورت میں مدون کی، اُسے تصانیف کی صورت میں مرتب کر کے امام محمدؒ نے یہ امانت امت تک پہنچائی۔ واللہ اعلم] ان کی کتب میں روایات بحوالہ امام ابو یوسفؒ ہیں۔

امام محمدؒ کی تصانیف

امام محمدؒ نے ظاہر الروایہ لکھیں، یہ چھ کتب ہیں:

۱:......**المبسوط**۔ ۲:......**الزیادات**۔ ۳:...... **الجامع الصغیر**۔ ۴:...... **الجامع الکبیر**۔ ۵:......**السیر الصغیر**۔ ۶:......**السیر الکبیر**۔

اور آپ کی تصانیف میں کچھ نوادر الروایہ ہیں:

۱:...... **ہارونیات**. ۲:...... **کیسانیات**. ۳:......**رقیات**. ۴:...... **جرجانیات**.

سب سے اہم اور اصل ''مبسوط'' ہے، اس کو ''اَصل'' بھی کہا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کی امہات اور مآخذ یہی چھ کتب یعنی ظاہر الروایۃ ہیں۔

امام محمدؒ نے بین الاقوامی قانون کے اعتبار سے ''**السیر الصغیر**'' اور ''**السیر الکبیر**'' لکھی۔ جب ''**السیر الصغیر**'' لکھی اور یہ امام اوزاعیؒ کے پاس شام پہونچی تو انہوں نے کہا: ''**ما لأھل**

الکوفة فی السیر ؟'' کہ یہ علم تو اہل مدینہ و مکہ کا ہے، کیوں کہ یہ مختصر تھی۔ امام محمدؒ نے سنا تو دکھ ہوا، چناں چہ آپ نے پھر ''السیر الکبیر'' تصنیف فرمائی اور ''السیر الکبیر'' مفصلاً لکھی، یہ ہارون الرشیدؒ کے دور میں مکمل ہوئی تو اس نے اس کتاب کی تصنیف پر بے حد خوشی منائی اور کہا کہ: میرے دور کی سب سے بڑی فتح یہ علمی کارنامہ ہے۔ اور امام اوزاعیؒ کو پہونچی تو کہا کہ اگر اس کتاب میں احادیث نہ ہوتیں تو میں کہتا: ''واللہ هذا الرجل لیضع العلم'' اور اپنے سابق قول سے رجوع کیا۔

امام محمدؒ کی کتب کی شروحات

پھر امام محمدؒ کے مختلف شاگرد آئے اور ظاہر الروایۃ کی مختلف شروحات لکھیں۔ امام سرخسیؒ وغیرہ کی مبسوط، یہ انہی کتب امام محمدؒ کی شروحات ہیں۔ لیکن سابقہ شروحات کا انداز الگ تھا کہ متن و شرح خلط ہوتے تھے، لہٰذا متن کا پتا نہیں چلتا تھا۔

فقہ حنفی کی امتیازی خصوصیت

بہر حال یہ فقہ حنفی کا امتیاز ہے کہ اس کو ایک اجتماعی کمیٹی اور شورائی نظام کے تحت مرتب کیا گیا، اس لیے اس میں وسعت زیادہ ہے۔

امام مالکؒ کا طرز تو یہ تھا کہ بس سوال کا جواب نہ آیا تو سائل کو واپس بھیج دیا کہ جب آئے گا تو بتادیں گے۔ جب کہ امام محمدؒ کے بارے میں آتا ہے کہ (یہ امام شافعیؒ کے استاذ تو تھے ہی، لیکن ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کے والد کا انتقال ہوا تو ان کی والدہ سے امام محمدؒ نے نکاح کیا، اس لحاظ سے امام شافعیؒ ان کے لے پالک بھی ہوئے) ایک مرتبہ امام شافعیؒ کی فراغت کے بعد امام محمدؒ امام شافعیؒ کے گھر آئے، رات کا کھانا کھا کر لیٹے، تو امام شافعیؒ نے پانی کا لوٹا رکھ دیا کہ تہجد کے لیے جاگیں گے تو پانی کے لیے سہولت رہے، ادھر امام محمدؒ نے تہجد میں وضو کیا نہ فجر میں، امام شافعیؒ حیران ہوئے، پوچھا کہ حضرت استاذ محترم! آپ نے وضو نہیں کیا؟ امام محمدؒ نے فرمایا کہ: لیٹتے ہی ایک مسئلہ ذہن میں آیا، ساری رات اس پر سوچتے گزری کہ اگر یوں ہوا، اگر یوں ہوا......!!! تو اس فقہ میں ہر پہلو کا خیال رکھا گیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے مرض وفات میں عیادت کے لیے آنے والوں سے پوچھا کہ: رمی پیدل افضل ہے یا سوار ہوکر؟ ہر ایک نے اپنے فہم کے مطابق جواب دیا، ایک جواب دیا گیا: سوار ہوکر، فرمایا: نہیں، دوسرا جواب دیا گیا: پیدل، فرمایا: نہیں، پھر خود فرمایا: ہر وہ رمی جس کے بعد دعا ہے وہ پیدل افضل ہے؛ کیوں کہ دعا پیدل افضل ہے اور جس رمی کے بعد دعا نہیں وہ سوار ہوکر کرنا افضل ہے۔ ابھی لوگ الوداع کر کے حویلی سے باہر نہ نکلے تھے کہ عورتوں کی آواز آئی: امام ابو یوسفؒ وفات پاگئے۔ اس تفصیل کا یہ فائدہ ہوا کہ ان جزئیات سے ہمیں کہیں نہ کہیں راہنمائی ضرور مل جاتی ہے۔

فقہ! زندگی کا ایک اہم اور لازمی عنصر

اگر فقہ اور مسائل کا علم نہ ہو تو سب عبادات ضائع ہو جاتی ہیں، یہ ایک لازمی عنصر اور حصہ ہے۔ اگر اس سے مزاج مل جائے تو زندگی کا مزا ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ اگر فقہی دقائق اور مسائل پر غور ہو تو علم کے نت نئے دروازے کھلتے ہیں۔

مبسوط اور اس کی شروحات

اصول میں تو سب سے پہلے امام محمدؒ کی ظاہر الروایہ ہیں، خصوصاً مبسوط۔ حاکم شہیدؒ نے ان سارے اصولوں کا خلاصہ لکھا اور مکرر مسائل ختم کر کے جمع کیا، لیکن وہ مجموعہ اب دستیاب نہیں ہے۔ مبسوط کی سب سے اہم شرح ''مبسوط سرخسی'' ہے، جو واضح، مدلل اور مفصل ہے۔

متون اور ان کی ضرورت

اس کے بعد متون کا زمانہ آتا ہے۔ متون کی ضرورت اس طرح پیش آئی کہ مختصر مسائل کو ہر خاص و عام یاد کرلیں، کیوں کہ وہ حفظ کا زمانہ تھا، کسی بھی فن پر ایک متن یاد ہو۔ ''قدوری'' ایک متن ہے، جو انتہائی جامع متن ہے، اس کو یاد کرنے سے فقہ حنفی کے تمام مسائل اجمالاً آجائیں گے۔

ہدایہ اور اس کی خصوصیات

اس کے بعد علامہ فرغانی مرغینانیؒ صاحب ہدایہ کا زمانہ آتا ہے، انہوں نے امام محمدؒ کی ''**الجامع الصغیر**'' اور قدوری کا متن سامنے رکھ کر ''**بدایة المبتدی**'' کے نام سے متن مرتب کیا، پھر اس متن کی شرح ''**کفایة المنتھی**'' کے نام سے لکھی، بہت طویل تھی، تقریباً ۸۰ جلدوں میں تھی۔ خیال ہوا کہ لوگ استفادہ نہ کرسکیں گے تو چار جلدوں میں ''ہدایہ'' کے نام سے اختصار کیا۔

''**الھدایة کالقرآن**'' کا مطلب یہ نہیں کہ اس پر ایمان لازم ہے اس طور پر کہ یہ قطعی ہے، نہیں! بلکہ ''**لاتنقضی عجائبه**'' ہے۔ ہدایہ کا انداز یہ ہے کہ اس کے دلائل پر غور کریں، خصوصاً عقلی دلائل پر غور کرنے سے فقہی واجتہادی ذوق پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے استاذ حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی صاحبؒ فرماتے تھے کہ: اگر کوئی صحیح انداز سے ہدایہ پڑھ کر عدالت میں چلا جائے تو کبھی اس پر کوئی وکیل غالب نہیں آسکتا۔ کیوں کہ اس کا انداز' دلیل اور رد علی الخصم ہے۔

پھر مختصرات میں سے ''کنز'' ہے اور عجیب کمال ہے اختصار میں، ''**فقعص، دمع خزقه، صمعج، مسئلة البیرجحط**''۔

اگر اس کو پڑھانے کا موقع ملے تو پہلے اس کے مسائل کی تقطیع کر کے پھر حل کرائیں، کیوں کہ کبھی

ایک لمبی عبارت (خصوصاً کیفیاتِ عبادات کے بیان میں) آجاتی ہے تو ہر ایک کی تقطیع کرکے پڑھائیں۔

''بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع'' ملک العلماء علامہ کاسانیؒ کی کتاب ہے۔ یہ شرح ہے ''تحفة الفقهاء'' کی، لیکن انداز عام شرح والا نہیں، بلکہ سہل انداز ہے اور اسی سہل انداز میں علت بھی آجاتی ہے اور دلائل بھی۔ صاحبِ بدائع علامہ کاسانیؒ نے اپنے استاذ سے پڑھا اور تیس سال میں کتاب لکھ کر استاذ کو پیش کی، ان کو بہت پسند آئی، استاذ نے اُنہیں فتویٰ کی بھی اجازت دی اور اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح ان سے کردیا۔ فاطمہ نے بھی اپنے والد سے اکتسابِ علم کیا، انہیں بھی والد محترم کی طرف سے فتویٰ کی اجازت حاصل تھی، تو جو فتویٰ جاری ہوتا اس پر تین آدمیوں کے دستخط ہوتے: صاحبِ بدائع، اہلیہ اور سسر اُستاذ۔ پھر فاطمہ کا انتقال ہوا، ان سے ایک بیٹی تھیں، اس نے اپنے استاذ [اصل کاپی میں یہاں ''استاذ'' کا لفظ ہی ہے، مراد والد یعنی علامہ کاسانیؒ ہیں۔ واللہ اعلم] سے اکتسابِ علم کیا اور فتویٰ کے منصب پر فائز ہوئیں اور پھر دور آیا کہ فتوے پر صاحبِ بدائع اور بیٹی کے دستخط ہوتے۔ اس طرح کے علماء تھے۔

جزئیات کے حوالے سے کنز کی شرح ''البحر الرائق'' مفید ہے، اگر موقع ملے تو اس کا مطالعہ ضرور کریں، لیکن طلبہ کے سامنے نہ بیان کریں کہ یہ ''بحر'' ہے اور طالب علم کو تیرنا نہیں آتا۔ مطالعہ تو خوب کریں، لیکن بات طلبہ کی استعداد کے مطابق کریں: ''كلموا الناس على قدر عقولهم''۔

تدریس کے اہم نکات

اور اگر متن و شرح والی کتاب پڑھانے کو ملے تو پہلے متن کا مسئلہ الگ بیان کردیں، پھر شرح کا، مثلاً: ''مختصر المعاني'' میں پہلے ''تلخيص المفتاح'' کا مسئلہ بیان کردیں، کیوں کہ شرح میں اعتراضات اور لفظوں پر بحث ہوتی ہے۔ اسی طرح ''جامی'' میں پہلے ''کافیہ'' کی بات سمجھائیں۔

اُردو کتابوں سے اجتناب کریں اور فقہ کی کتب بتدریج مطالعہ میں رکھیں۔ پہلے ''نور الایضاح''، پھر ''قدوری''، پھر اس کی کچھ شروحات، پھر آگے ''کنز'' وغیرہ۔

درسِ نظامی کے مروجہ نصاب کی اہمیت

ہمارے اکابر نے یہ نصاب خوب سوچ سمجھ کر مرتب کیا ہے۔ کڑی سے کڑی ملتی ہے۔ اب بھی اسی ترتیب سے پڑھیں، یہ نہیں کہ اب عالم بن گئے تو اب اوپر سے پڑھیں، نہیں اب بھی نیچے سے۔ ہمارے ختم بخاری کے موقع پر حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ: ''یہ نہ سمجھو کہ عالم بن گئے، نہیں بلکہ تم میں اب عالم بننے کی صلاحیت پیدا ہوئی ہے۔'' تو عالم اب بھی اسی ترتیب سے بنو گے۔

اردو زبان میں اہم کتبِ فقہ وفتاویٰ

اگر اردو میں فقہ کی کوئی کتاب دیکھنی ہی ہو تو جزئیات پر ''عمدة الفقہ'' بہترین کتاب ہے۔ یہ

صرف عبادات پر ہے (کہ مؤلف کو آگے زندگی نہ ملی)۔ ''زبدۃ الفقہ'' کے نام سے اس کا خلاصہ بھی ہے۔
فتاویٰ میں سے مستند ''امداد الفتاویٰ'' حضرت تھانویؒ کا فتاویٰ ہے، یہ مسائل کے لحاظ سے اور فقہی اعتبار سے بہت عمدہ ہے، یا ''فتاویٰ رحیمیہ''، ''فتاویٰ محمودیہ'' مفتی محمود گنگوہیؒ کا، یا مفتی محمودؒ کا فتاویٰ۔

''لا أدری'' بھی علم ہے

ایک بہت زیادہ اہم بات کہ اگر کسی مسئلہ کا علم نہیں یا اس مسئلہ میں شک ہے تو جواب نہ دیں، ''لاأدری'' کہہ دیں، اعترافِ جہل علم کا بہت بڑا دروازہ ہے:

آں کس کہ نداند و نداند کہ نداند
در جہلِ مرکب ابد الدہر بماند

حضور اقدس ﷺ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں، لیکن خولہ بنت اوسؓ جب ظہار کے مسئلہ میں آئیں تو فرمایا کہ: ابھی تک اس سلسلے میں وحی نہیں آئی۔ تو یہ بھی ایک طرح کا ''لاأدری'' ہے۔
لہٰذا اگر علم نہیں تو نہ بتائیں، کیوں کہ وہ آپ کی بات پر عمل کرے گا، اس لیے کبھی نہ شرمائیں کہ سب چیزوں کا علم ضروری نہیں، بعد میں معلوم ہو جائے گا۔ ممکن ہے اس وقت خفت اٹھانی پڑے، لیکن اس سے بہتر ہے جو بعد میں دقت اٹھانی پڑے۔

فقہ سے تعلق اور اس کی مخالفت سے اجتناب لازم ہے

بہر حال فقہ سے تعلق جوڑے رکھیں۔ اس سے وسعتِ نظر، دقتِ نظر اور وسعتِ علم آتا ہے، اس سے مستغنی نہ ہوں، اس کی خفت، ہلکا پن اور اس کی مخالفت کبھی دل میں نہ آئے، یہ علم سے محرومی کی دلیل ہے، کیوں کہ ''فقہ'' دین کی سمجھ کا نام ہے۔ جن میں علم کی سمجھ نہیں، وہی مخالفت کرتے ہیں۔

آخری نصیحت

میری آپ کو آخری نصیحت یہ ہے کہ: آپ کی بنوری ٹاؤن، حضرت بنوریؒ اور دین وعلم سے جو نسبت قائم ہوئی ہے، اس کی پاس داری وخیال رکھیں۔ ان شاء اللہ! اللہ کی توفیق سے صاحبِ نسبت سے استفادہ ہوتا رہے گا۔
عالمگیرؒ اور بہروپیے کا قصہ ہے کہ عالمگیرؒ نے بہروپیے سے کہا: تم اگر ایسے روپ میں آؤ کہ میں تمہیں پہچان نہ سکوں تو تمہیں اتنا انعام دوں گا۔ کچھ عرصے بعد عالمگیرؒ نے کسی علاقے کی طرف شکار کے لیے جانے کا ارادہ کیا، بہروپیے کو معلوم ہوا تو اُس علاقے کے کسی جنگل میں درویش کا روپ دھار کر بیٹھ گیا۔ لوگوں میں بہت جلد شہرت ہوگئی کہ ایک بہت بڑے زاہد بزرگ ہیں جنہیں

دنیا کی بالکل رغبت نہیں، لوگوں کا رجوع شروع ہوا۔ جب عالمگیرؒ اس علاقے سے گزرنے لگے تو اُنہیں بھی معلوم ہوا کہ یہاں ایک زاہد درویش ہیں (عالمگیرؒ کی عادت تھی کہ جہاں سفر کرتے وہاں کے علماء اور اہل اللہ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے تھے) چناں چہ عالمگیرؒ حاضر ہوئے، نصائح سننے کے بعد بڑی مقدار میں ہدیہ پیش کیا، درویش نے لینے سے انکار کردیا۔ عالمگیرؒ کچھ ہی آگے گئے تھے کہ وہ بہروپیا اپنے اصل روپ میں آیا اور کہا کہ: جناب میں نے آپ کی شرط پوری کردی، انعام دیجیے۔ عالمگیرؒ نے مقررہ انعام دیا اور کہا کہ: حیرت ہے! تم نے درویش کے روپ میں انعام نہ لیا، وہ زیادہ بھی تھا، اب تو کم ملا ہے، یہ لے لیا؟ اس پر بہروپیے نے کہا کہ: جس کا روپ اپنایا تھا، اس کا بھی تو تقاضا تھا کہ وہاں دنیا نہیں۔ اس لیے اساتذہ سے تعلق بھی رکھیں، اگر چہ استاذ نہ پہچانتے ہوں اور اساتذہ کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

[راقم کو یاد پڑتا ہے کہ انہی نصائح کے ضمن میں حضرتؒ نے روزانہ اکابر کے سوانح کو مطالعہ میں رکھنے کی بھی ترغیب دی، جیسا کہ سال کے آغاز میں بھی حضرتؒ نے نصیحت فرمائی تھی۔]

نیا
ہر مسلمان کے لیے مفید کتب

راحت حاصل کیجیے
حوصلہ، ہمت صبر، تسلی، ڈھارس اور دلاسے کے ایسے واقعات اور دعائیں ہیں جنھیں پڑھ کر ان شاء اللہ تعالیٰ:
◉ پریشان حال شخص کے دل کو تسلی ہوگی۔
◉ مصیبت زدہ شخص کو مسائل کے حل نظر آئیں گے۔
◉ تکلیف میں صبر کرنا آسان ہوگا۔

پُرسکون زندگی
◉ زندگی کو منظم اور پُرسکون بنانے کے سنہرے اصول
◉ کم وقت میں زیادہ کام کرنے کی مؤثر تدبیریں
◉ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں مسائل سے نمٹنے کے تیر بہدف نسخے
◉ روزی میں برکت کے مسنون طریقے
◉ ازدواجی زندگی خوش گوار بنانے والی راہیں

کسی کو تکلیف نہ دیجیے
◉ یہ کتاب قرآن اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں تیار کی گئی ہے۔
◉ معاشرت کے آداب، معاملات کی درستگی، خیر خواہی اور خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کرنے والی مفید ہدایات بیان کی گئیں ہیں
◉ بدگمانی، غیبت، فحش گوئی، لعن طعن، ناجائز سفارش اور حسد سے بچنے کے لیے نصیحت آموز مضامین ذکر کیے گئے ہیں

مکتبہ بیت العلم
www.nbi.com.pk — info@mbi.com.pk
اناں منزل، دکان نمبر 2، نزد رائل پبلشرز، اُردو بازار، کراچی فون: 34229445-21-92+ موبائل: 2423840-334-92+, 2583198-322-92+
17 الفضل مارکیٹ، نزد جاوید پبلشرز، اُردو بازار، لاہور فون: 37112356-42-92+ موبائل: 7706320-336-92+